Vol.4 No.3 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

عصرِ حاضر کے مسائل اور افتخار عارف کی نظمیں

CONTEMPORARY ISSUES AND POEMS BY IFTIKHAR ARIF

ڈاکٹر شائلہ مہرین ,محمد اسماعیل جوئیہ ,سیدبابر زیدی

Abstract

An important name in modern Urdu poetry is Iftikhar Arif. He is a realist,he does not hesitate to express anything his duty of classical poetry is very in depth. The old vocabulary has been described as if it has created a new meaning and significance. The footsteps are very wide. Iftikhar Arif gives an impression in his poetry that shakes the readers. Due to this his poetry take four months. He has not only expended the symbol, exaggeration, metaphors and allusion, but has also presented contemporary issues in his poetry. This is the greatest sorrow of industrial society.

Keywords: Iftikhar Arif, homeland, complications, realism harmony

کلیدی الفاظ: افتخار عارف، وطن عزیز ، مسائل، حقیقت پسندی اور ہم آہنگ۔

افتخار عارف ہمارے عہد کے ممتاز شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔انھوں نےاپنے فن سے اپنی علیحدہ شناخت قائم کی ہے۔ جدید اردو شاعری میں افتخار عارف کی آواز ایک تواناور زندہ دلی کی حیثیت رکھتی ہیں۔وہ عام شعرا کی طرح تجربہ کے کسی جزوی اظہار پر قناعت نہیں کرتےبل کہ اپنے فن کی گہرائیوں میں ڈوب کر اس کی نزاکتوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ اس کو سمیٹتے ہیں۔ افتخار عارف کی شاعری ایک ایسے شخص کی شاعری ہے،جو چیزوں کو گہرا ئی کے ساتھ دیکھنا،سوچنا،محسوس کرنااور بولنا جانتے ہیں۔1970 ء کی دہائی میں افتخار عارف ایک نئی سوچ اور فکر کے ساتھ ابھرے ۔افتخار عارف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے کسی بھی ادبی اور فکری روایت کی تقلید کے بجائےبغاوت کی راہ اختیار کی۔ اورانسان دوستی،روشن خیالی اور نئی ترقی پسند ادبی و فکری روایت کے تخلیقی اثبات کارویہ اپنایا،ایک ایسے وقت میں جب ادیب اپنی معاشرتی، سیاسی ، سماجی، اور انقلابی سوچ سے بہت دور ہو چکا تھا۔ لیکن افتخار عارف ایک نئی سوچ اور تہذیبی فکر لے کر ابھرے۔ بقول اسلم فرخی کے مطابق:۔

> " افتخار عارف کا شمار عصرِ حاضر کے معتبر اور مستند شاعروں میں ہوتا ہے اگرچہ وہ از راہِ انکساراپنے آپ کو بارھواں کھلاڑی قرار دیتے ہیں لیکن در حقیقت وہ کھیل کی ابتداء کرنے والوں میں سے ہیں ۔افتخار عارف نے شعر کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی،بڑی خوبصورت نظمیں، غزلیں، نعتیں اور منقبتیں بھی لکھی ہیں۔جن سے ان کے قلب کی پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ (۱)"

افتخار عارف کی نظم ایک نئے لہجے ، نئے اندازِ بیاں اور نئے نظریہ حیات کے ساتھ ہمارے سامنے آتی ہے آپ کا اندازِ بیاں تر قی پسند نظم سے بلکل مختلف ہے ۔آپ کے لہجے میں وہ نعرہ بازی اور خطابت کا لہجہ نہیں پایا جاتا،جو ترقی پسند تحریک کا خاصہ رہا ہے۔

افتخار عارف ایک ایسے شاعر ہیں جن کا کلام خاص طرزِ احساس کا آئینہ دار ہے ۔ انھوں نے تقلید کی روش سے انحراف کی راہ اختیار کرتے ہوئے ایسا راستہ اپنایا جو حقیقی اور مقصدی زندگی کی طرف لے کر جاتا ہے ۔

---

[1] وہاڑی، پنجاب،پاکستان

[2] پی ایچ۔ ڈی اُردواسکالر

[3]لیکچرار،شعبہ اُردو،نارووال یونیورسٹی، نارووال

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

آپ نے انحراف کے زمانے میں اثبات کی راہ اختیار کی ۔ آپ کی نظموں میں زندگی کے تمام رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔آپ نے مزاحمت،مفاہمت، رجائیت، رومانویت، درد، تنہائی اور کرب کی کیفیت کو بڑی باریک بینی سے دیکھااور اسے نہایت ہنر مندی اور کمال فنکاری سے اپنی نظموں میں بیان کیا۔آپ نے اپنے دائیں بائیں بکھرے ہوئے ایسے موضوعات کو اپنی نظموں کا حصہ بنایا ،جو ہماری زندگی کے بالکل قریب تر ہیں۔ ان کے ہاں فکرو شعور کا بے ساختہ اظہارملتا ہے۔افتخار عارف نے اپنی نظموں میں اخلاقی مضامین اورموضوعات کو روایتی انداز میں بیان کرنے کی بجائےعصری ماحول کے تقاضوں کے ساتھ جوڑااور معاشرتی و معاشی ناہمواریوں کو نظموں میں پیش کیا۔ افتخار عارف کی شاعری کا خمیر ان کے ماحول سے اٹھاہے۔جس میں دعا بھی ہے،التجا بھی ،انقلاب بھی ہے اور بغاوت بھی ۔ لیکن اپنے رویوں میں وہ کسی طرح بھی متشدد نظر نہیں آتےاس حوالے سے ان کی نظم "دعا "معصومانہ تیوروں کی عکاسی کرتی ہے۔

”مالک !میری گڈیا کے سب رنگ سلامت رکھنا،مجھ کو ڈر لگتا ہَے
کچے رنگ تو بارش کی ہلکی سی پھوار میں بہہ جاتے ہیں
ایک ذرا سی دھوپ پڑے تو اُڑ جاتے ہیں
مالک !میری گڑیا کے سب رنگ سلامت رکھنا، مجھ کو ڈر لگتا ہے۔“ (۲)

افتخار عارف نے اپنے شعری ہنر کو جذبہ و فہم کے اس ہنر کے طور پر برتا ہے جو آفاق کی حقیقتوں ور گہرائیوں سے مرتب ہوتی ہے ۔ اور فکر و نظر کے وسیع تر دائرے مرتب کرتی ہے ۔آپ کی شاعری میں موجود احساسِ ذات کا عنصر آپ کو گردوپیش سے بے نیاز نہیں ہونے دیتا ۔بلکہ اس سے توانائی حاصل کرتاے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو ذات اور ان کا عہد ایک دوسرے کی پہچان بن گئے ہیں۔ افتخار عارف کے ہاں زمانے کے جبر و ظلمت کے خلاف مزاحمتی رنگ بھی نمایاں نظر آتاہے ۔ وہ ملکی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورتحال پر مزاحمت کرتے ہیں۔اس حوالے سے آپ کی" ایک اداس شام کے نام ، احتجاج، پتا نہیں کیوں، ہجرت، "جیسی نظمیں ملکی حالات کی خار زاد وادیوں سے متعلق ہیں۔اگرچہ افتخار عارف نے لفظوں کے پھول کھلائے ہیں۔لیکن معانی پر غور کریں تو آگ کے شعلے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اپنی نظم " احتجاج "میں چمگادڑ کی علامت پیش کرتے ہوئے ملک کے سیاسی حالات کو بیان کرتے ہیں ---

”۔۔۔۔۔ اور سُنا ہے
ایک چمگادڑ چنبیلی کے مہکتے کنج میں دم توڑتی
دیکھی گئی ہے
سُنا ہے خوشبوؤں میں اُس کا دم گھٹنے لگا ہے
اور ننھے پھول سُورج بن کے اُس کی بے یقین
آنکھوں میں اُترے جا رہے ہیں
ادھر بستی کے ایک ویران اور سنسان قبرستان
میں چمگادڑوں کا ایک جلسہ ہو رہا ہے ۔“ (3)

چونکہ اس وقت ملک پر جبر کی فضا قائم تھی۔حکمران طبقہ نے پاکستان کو فعال روشن خیال بنانے اور ترقی یافتہ بنانے کے بجائےذاتی مفادات اور جاگیر دارانہ نظام کو مستحکم بنانے میں مصروف رہا۔ایسے سنگین اور حوصلہ شکن حالات میں عوام ذہنی پریشانیوں میں مبتلا ہو چکی تھی۔افتخار عارف نے ان

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حالات کو اپنی نظموں کا موضوعِ سخن بنایا۔ نظم "پتا نہیں کیوں "میں اپنے عہد کے سارے آنسو اپنی آنکھوں میں جزب کر لینے کے متمنی ہیں۔اسی طرح ان کی نظم" قصِہ ایک نسبت کا "ایک نمایاں مزاحمتی نظم ہے۔

"پتنگیں لوٹنے والوں کو کیا معلوم کس کے ہاتھ کا مانجھا کھڑا تھا
اور کس کی ڈور ہلکی تھی
اُنھیں اس سے غرض کیا پیچ پڑتے وقت کن ہاتھوں میں لرزہ آ گیا تھا
اور کس کی کھینچ اچھی تھی
ہوا کس کی طرف تھی،کون سی پالی کی بیری تھی؟
پتنگیں لوٹنے والوں کو کیا معلوم۔۔۔۔۔۔۔
انھیں تو بس بسنت آتے ہی اپنی اپنی ڈانگیں لے کے میدان میں آنا ہے
گلی کوچوں میں کانٹی مارنا ہے اور پتنگیں لوٹنا ہے،لوٹ کے جوھر دکھانا ہے
پتنگیں لوٹنے والوں کو کیا معلوم کس کے ہاتھ کا مانجھا کھرا تھا
اور کس کی ڈور ہلکی تھی۔"(۴)

افتخار عارف کے ہاں اپنے عہد کے دکھ ،درد مجبوریوں اور نارسائیوں اور معاشرتی کرب کو اپنی آنکھوں میں جذب کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں۔دکھوں کی ان المیاتی کیفیات کو افتخار عارف نے اپنی سوچ و فکر کا بنیادی محور بنایا ہے اور عہد موجود میں پیش آنے والی تمام تر صورتِ حال کو اپنے تجربے کا حصہ بنا کر نظم کا روپ دیا ہے۔آپ کے کلام میں قدیم اور فرسودہ نظام زندگی کے خلاف بغاوت کا جذبہ بھی کار فرما ہے۔ وہ اپنی نظم" سرگوشی " میں لکھتے ہیں۔

"چلو ہم نے مانا یہ زمانہ اب ہمارے اور تمہارے بس سے
باہر ہو گیا ہے
ان دنوں میں بے حسی کے موسموں میں دل کا خون ہونا
مقدر ہو گیا ہے
مگر اس قبر ماں بستی میں وہ آنکھیں تو ایسی ہیں کہ جن میں
کوئی اندیشہ نہیں ہےاور جن کے خواب یکساں ہیں
بہت مبہم سی تعبیر کا اماں تُو ہے
یہ شب گزرے نہ گزرے صبح پر ایمان تو ہے" (۵)

افتخار عارف کی یہ نظم مزاحمتی رجحان کی بھر پور عکاسی ہے۔ وہ زندگی کے تلخ حقائق، بے بسی ،اور اداسیوں کے کرب انگیز موسموں کا سامنا کرتے ہوئے کہیں احتجاج کا رویہ اپناتے ہیں۔اور کہیں آہ و فغاں کرتے نظر آتے ہیں۔وہ بے حسی کے موسم میں دل کا خون ہونے کے باوجود مایوسی کے مبہم اندیشوں میں خود کو قید نہیں کرتے بلکہ جبریت کی تاریک شب کے بعد روشن صبح کے حیات افروز جذبوں سے معمور نظر آتے ہیں ۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس کی نظم میں"سرگوشی " لکھتے ہیں

"سرگوشی میں مشینی زندگی کی ملعون جبریت کا خوب صورت اظہار ملتا ہے۔ لیکن اس جبریت
کے پردے سے اختیار بدوش امید کی ایک کرن صاف نظر آتی ہے۔" (۶)

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

آپ کا عہد چونکہ وہ عہدِ منحرف ہے جہاں ساری روایتیں ،قدریں اپنا اعتبار کھو چکی ہیں۔ جہاں سپیدہ سحری میں ظلمت کھلی ہوئی ہے۔اور حلقہ نور کے ارد گرد اندھیرے چشمہ زن ہیں ۔جہاں گلی گلی میں ہراساں آوازیں گونج رہی ہیں ۔آپ اپنے عہد کے خود غرض اور مفاد پرست بے ضمیروں پر طنز بھی کرتے ہیں۔انہوں نے معاشرے کے محروم اور مظلوم طبقے کی تصویریں بڑے موئثر انداز میں پیش کی ہیں ۔انھیں اس بات کا یقین ہے کہ ایک دن ان مظلوم طبقے کو اس کا حق ضرور ملے گااور حرص وہوس کا انبوہ جبر اس پسے ہوئے طبقے کے تن نحیف سے ہار جائے گا۔

" ہوائیں فاحشہ ہیں
سر پھری پاگل ہوائیں فاحشہ ہیں
آرزوئے وصل میں قریہ بہ قریہ گھومتی ہیں
برگ و گل سے کھیلتی ہیں،نسبتِ وارفتگی کی سر خوشی میں جھومتی ہیں
اور فضائیں زرد پڑ جائیں، تو پھر بھی بگولوں کے لباسِ گرد میں
سارے خس و خاشاک شہر بے نمود کو چومتی ہیں۔" (۷)

اسی طرح آپ کی نظم " اور ہوا چپ رہی"میں بھی کچھ اسی طرح کے حالات کو بیان کرتی ہے ۔یہ نظم عصری حالات میں سیاسی جبریت کا عکس پیش کرتی ہے۔شاخِ زیتون پر کم سخن فاختاؤں کے بسیروں کا اُجڑنا عام آدمی کے اُجڑنے،بے بسی خوف کے منظراور نامساعد حالات کے جبر کا استعارہ ہے ۔سیاسی جبر اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والےخوف کی کیفیت کو بیان کیا ہے ۔ نظم کی بنیادی فکر تاریخی اور تہذیبی علامات سے مزین ہے۔زمانے کے دکھوں کی المیاتی کیفیات کو افتخار عارف نےاپنی سوچ و فکر کا بنیادی محور بنایا ہےاور اپنے عہد میں پیش آنے والی تمام تر صورتِ حال کو اپنے تجربے کا حصہ بنا کر نظم میں بیان کیا ہے۔ جب آرزو مند آنکھیں بشارت طلب دل اور دعاؤں کو اٹھے ہاتھ بے ثمر رہ جائیں اور ہوا چپ رہے تو پھر نا امیدی کی فضا انسانی زندگی کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ اور روشنی کی کوئی نوید زندگی کے در و بام میں منکشف نہیں ہو پاتی یوں خارجی حالات اور واقعات کا دباؤ زندگی کے داخلی رویوں کو بھی بے پناہ متاثر کرتا ہے۔ جس سے ظلم و بربریت کا احساس اور زیادہ نمایاں ہوتا ہے ۔

"شاخِ زیتون پر کم سخن فاختاؤں کے اتنے بسیرے اُجاڑے گئے
اور ہوا چپ رہی
بے کراں آسمانوں کی پہنائیاں بے نشیمن کے تگ و تاز پر بین کرتی ہیں
اور ہوا چپ رہی
زرد پرچم اُڑاتا ہوا لشکرِ بے اماں زمینوں کو پامال کرتا رہا
اور ہوا چپ رہی
آرزو مند آنکھیں ، بزارت طلب دل ، دعاؤں کو اٹھے ہوئے ہاتھ سب بے ثمر رہ گئے
اور ہوا چپ رہی۔"(۸)

افتخار عارف نے اپنی شاعری میں اپنے عہدکے دُکھ اور ناگزیریت کے تحت سماجی رویوں کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے ۔آپ نے اپنی نظموں میں انسان کے بدلتے ہوئے نفسیاتی رویوں کی بھی بھر پور عکاسی کی ہے ۔چونکہ وہ خود بھی عملی تجربے سے گزرے اور انھوں نے مشاہدہ بھی کیا ۔ وہ معاشرے میں موجود منافقانہ رویوں کو بہت ناپسند کرتے ہیں۔اپنی شاعری میں انھیں منافقانہ رویوں کے خلاف آواز اُٹھاتے ہیں بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:۔

"افتخار عارف کے لاشعور میں ظلم و تعدی ، بے زمینی و بے گھری ، بے حرمتی و تباہی اور بربادی ،
نیز منافقت ، مصلحت اندیشی اور الم و مدہ کی سچائی واصلیت کا سارا منظر نامہ اپنی گوناگوں استعاراتی

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

و علامتی کیفیات کے ساتھ اس حد تک پیوست ہے کہ ان کا پورا احساسِ اظہار اس میں ڈوبا ہوا ہے۔" (۹)

ہجرت ، گھر کا استعارہ آپ کی شاعری میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے ۔ یہ انسان کی بنیادی ضرورت بھی ہے ۔ گھر اس کی امید بھی ہے اور سکون کی جگہ بھی ۔گھر ایک پناہ گاہ بھی ہے اور پیار محبت کا مسکن بھی ۔لیکن وہی گھر باہمی ہمدردی و محبت کے فقدان کے باعث مکان بن جاتا ہے ۔افتخار عارف کے ہاں گھر ، محلہ ، شہر ملک، اور پوری کائنات کے وسیع تر معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔اس استعارے کا استعمال کرتے ہوئے آپ نے ہجرت کی گتھیاں سلجھانے کی کوشش کی ہے۔ان کے شعروں میں اپنوں سے دوری کا احساس پایا جاتا ہے ۔اس احساس کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ قاری دیر تک اس کی چبھن محسوس کرتا ہے ۔ان کے ہاں گھر کا استعارہ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے ۔جو ان کی مہر و محبت کی آما جگاہ ہے اس کے ساتھ ہی شاعری میں بے گھری کا احساس بھی پایا جاتا ہے ۔ اس حوالے سے اپنی نظم "چک پھیری "میں داخلی اور خارجی احساسات کا بڑا حسین امتزاج پیش کیا ہے ۔ شاعر سکون کی تلاش میں ہے ۔ جس کے لیئے اس نے در بدر کی خاک چھانی اور وہ سکون شاعر کے نزدیک اپنے گھر ،وطن، میں ہی میسر آ سکتا ہے ۔

"بچپن کی گلیوں میں جن جن گھروں کے شیشے میری گیند سے ٹُوٹے تھے
ان سب کی کر چیں کبھی کبھی میری آنکھوں میں چبھنے لگتی ہیں
جلتی دوپہروں میں میرے ہاتھوں اُجڑے ہُوئے گھونسلوں کے بے حال پرندوں کی
چیخیں فریادیں میری بے گھر شاموں میں کُہرام مچاتی رہتی ہیں
چکنا چُور دنوں ریزہ ریزہ راتوں میں سوئے ہوئے سب خواب جگاتی رہتی ہیں
اپنے خنجر اپنے ہی سینے میں اُترنے لگتے ہیں
زندہ چہرے جلتے بجھتے لمحوں کی آغوش میں مَرنے لگتے ہیں " (۱۰)

افتخار عارف کا کمال یہ ہے ۔کہ وہ لفظوں کو ہنر مندی سے استعمال کرتے ہیں۔ وہ لفظ کو برتنے اور اس کے متنوع معنوں سے بہ خوبی آگاہ ہیں۔لفظوں کی مرصع سازی ان کے اسلوب کا خاص وصف ہے۔ ان کے ہاں اسلوب کے حوالے سے ترکیب سازی کا بھی استعمال ہوا ہے ۔آپ نے تراکیب سازی اور لفظ و معانی کے باہمی ارتباط سے اپنے شاعرانہ اسلوب کو نئے معنیاتی آہنگ سے روشناس کرایا ہے ۔جس کی بدولت ان کی آواز میں ایک قوت اور توانائی در آئی ہے ۔بقول نظیر صدیقی:۔

"سچی اور اچھی شاعری کا ایک معیار یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف سنتے وقت اچھی لگے بلکہ پڑھنے میں بھی اچھی لگے ۔
افتخار عارف کی شاعری اس معیار پر بھی پوری اترتی ہے ۔۔۔۔ جہاں ان کے اشعار کانوں میں رس گھولتے ہیں۔
وہاں ان کے الفاظ خصوصاً ان کی تراکیب آنکھوں کو جگ مگاہٹوں کی ایک خوش گوار کیفیت سے آشنا کرتی ہیں۔
(۱۱)"

افتخار عارف کے ہاں وقتی یاسیت تو پائی جاتی ہے لیکن وہ بہت کم مواقع پر مایوس کن حالات کے نتیجے میں مایوسی کا شکار ہوتے ہیں ۔آپ نے امید ۔ امن اور سلامتی کے لیے خواب کے استعارہ کا انتخاب کیا ہے۔آپ کے ہاں مایوسی کے باوجود امید اور رجائیت کا پہلو نظر آتا ہے ۔وہ گئے دنوں کی محبتوں ، رفاقتوں اور چاہتوں کے لوٹ آنے کے انتظار میں کسی معجزے کا استغاثہ کرتے ہیں ان کی نظم" استغاثہ " اس حوالے سے بہت اہم ہے۔

"تو کیا کوئی معجزہ نہیں ہو گا
خدائے زندہ یہ تیری سجدہ گزار بستی کے سب مکینوں کی التجا ہے
کوئی تو ایسی سبیل نکلے کہ تجھ سے منسوب گل زمینوں کی عظمتیں

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پھر سے لوٹ آئیں
وہ عضو کی، درگزر کی مہرو وفا کی بُھولی روائیتں پھر سے لوٹ آئیں
وہ چاہتیں وہ رفاقتیں وہ محبتیں پھر سے لوٹ آئیں۔" (۱۲)

افتخار عارف صرف مایوس کن حالات پے سراپہ احتجاج ہی نظر نہیں آتے بلکہ وہ خواب بھی دیکھتے ہیں۔ اور امید کا پیغام بھی دیتے ہیں۔ان کی شاعری میں امید کا پہلو اتنا زیادہ ملتا ہے شاید ہی کسی اور کے ہاں ہو۔ انھوں نے اپنے ضمیر کی آواز کو خاموش نہیں رہنے دیا اور باطل کو ہر حال میں باطل کہا۔اور سچائی کا پرچار کرتے رہے اپنی نظم" روشن دل والوں کے نام " میں لکھتے ہیں:

"سب شادابی ، دل کے اندر دیکھنے والو!
دل کے نور خزانوں کا ایک ایک چراغ جلائے رکھنا
امکانوں کے ہر کوچے میں، امیدوں کی ہر منڈیر پر
مستقبل کے ہر رستے میں ، خواب کی جوت جگائے رکھنا
جب تک روشن ہیں یہ سارے
تم آواز ملائے رکھنا"۔ (۱۳)

اردو شاعری کے جدید رجحانات شخصیت اور ذات کے کرب سے جڑے ہوئے ہیں۔اب انسانی زندگی انتہائی پُر آشوب ہے فضا مایوس کن ہے ۔انسان اپنی خوشی سے نہیں جی رہا ،اس پُرآشوب ماحول میں ذہنی انتشار کا شکار ہے ۔تنگ دلی، حرماں نصیبی، اور تنگ حالی کے ہاتھوں اس قدر الجھ گیا ہے کہ اس کی نظر بہاروں پر نہیں پڑتی۔افتخار عارف کے ہاں بھی " تنہائی اور بے بسی " ایک استعاراتی صورت اختیار کر لیتی ہیں ۔ایک فرد کی تنہائی اپنے اندر انفرادی طرزِ احساس کے ساتھ ساتھ اجتماعی طرز احساس کا قرینہ بھی رکھتی ہے ۔جدید دنیا کا انسان اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتا ہے ۔ ہوں تو بظاہر بہت شورو غل ہے ، بہت بھیڑ ہے ،آوازیں بہت ہیں لیکن اگر کوئی کچھ کہنا بھی چاہے تو نہیں کہہ سکتا۔ اس حوالے سے ان کی نظم" بَن باس " دیکھیے ۔۔۔۔

"رات دن خواب بُنتی ہوئی زندگی
دل میں نقدِ انا فی کی لُو
آنکھ بارِ امانت سے چور
موجِ خوں بے نیازِ مآل
دشت بے رنگ سے درد کے پھول چنتی ہوئی زندگی
خوف داماندگی سے خجل
آرزوؤں کے آشاب سے مضمحل
منہ کے بل خاک پر آ پڑی
ہر طرف اک بھیانک سکوت" (۱۴)

افتخار عارف نے کلاسیکی مزاج کے ساتھ اپنے طرزِ بیان کے حوالے سے عصرِ جدید کے شاعر ہیں ۔ انھوں نے قدیم و جدید اسالیب کو نہایت عمدگی کے ساتھ برتا ہے ۔اردو نظم میں سب سے پہلے اقبالؔ کے ہاں اسالیب کے بیان میں نئے ہیتی تجربات ملتے ہیں۔اس کے بعد تقلید مغرب میں فیض، ن۔م ۔راشد، مجید امجد کے ہاں قدیم و جدید اسالیب کی آمیزش کی حامل نظمیں ملتی ہیں افتخار عارف نے اسی اسالیب بیاں سے فائدہ اٹھایا۔اسی حوالے ڈاکٹر توصیف تبسم لکھتے ہیں۔

Vol.4 No.3 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"قدیم و جدید اسالیب یعنی نظم معریٰ اور نظم آزاد کو ایک ساتھ سلیقے سے برتنے
کی جو روش افتخار عارف کے یہاں ملتی ہے ۔وہ پہلے کے مقابلے میں کہیں بھرپور
اور مستقبل میں نئے امکانات کی حامل ہے "(۱۵)

افتخار عارف کی خوبی یہ ہے کی انھوں نے روایت اور کلاسیکیت سے براہ راست فائدہ اٹھانے کی بجائے نئی روش کی بنیاد رکھی انھوں نے شاعری میں ایسی راہ نکالی جس میں کلاسیکیت کی لطافت و شیرینی کے ساتھ جدیدیت کی نفاست بھی ہے ۔آپ کے اسلوب میں ایک خاص قسم کی جاذبیت اور تازگی محسوس ہوتی ہے ۔ جو بہت کم شعرا کے ہاں نظر آتا ہے ۔آپ کی نظموں میں بے زمینی و بے گھری ، بے حرمتی و تباہی ،اور بربادی ، نیز منافقت ، مصلحت ،اندیشی کا سارا منظر اپنی گوناگوں استعاراتی و علامتی کیفیات کے ساتھ اس حد تک پیوست ہے کہ ان کا سارا احساسِ اظہار اس میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ کی نظم) کھوئے ہوئے ایک موسم کی یاد میں (اسی طرح کی کیفیت کو پیش کرتی ہے ۔

"سمائے ہیں مری آنکھوں میں خواب جیسے دن
وہ ماہتاب سی راتیں گلاب جیسے دن
وہ کنجِ شہر وفا میں سحاب جیسے دن
وہ دن کہ جن کا تصور متاعِ قریہ دل
وہ دن کہ جن کی تجلی فروغِ ہر محفل
گئے وہ دن تو اندھیروں میں کھو گئی منزل " (۱۶)

افتخار عارف کی نظموں میں معاشی، معاشرتی ، اور سیاسی صورت حال کی عکاسی کے ساتھ کربلا کا استعارہ بھی استعمال ہوا ہے ۔اس حوالے سے آپ کے ہاں اقبال کے فکرو فلسفہ کا اثر بھی ملتا ہے اور میر و غالب کا سا رنگ و سخن بھی ۔ آپ کی نظمیں اردو شاعری کی آبرو بھی ہیں اور بھرم بھی ۔انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے معاشرے اور تہذیب کے رشتے کو مضبوط کیا ہے ۔ان کے انداز بیاں اور احساسِ اظہار کی قوت نے ایسی زندہ آواز کی صورت اختیار کر لی ہے ۔ جو ہمارے دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۔ آپ کی اسی خوبی کی وجہ سے " اختر الایمان " بھی اسی قسم کی رائے پیش کرتے ہیں۔

"عصرِ جدید کے شاعروں میں جو نام بہت ابھر کر سامنے آئے ہیں ۔ ان میں افتخار
عارف کا نام سر فہرست ہے ۔ ان کی شاعری عصری ہونے کے ساتھ کلاسیکی روایت
سے بھی جڑی ہے۔ ،، (۱۷)

افتخار عارف عصرِ حاضر کے بہترین شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں ۔آپ کی نظم نگاری دیگر شعرا کی نسبت اس لیے ممتاز و منفرد ہیں کہ آپ نے عصری حاضر کے مسائل کو جس ژرف نگاہی اور باریک بینی سے بیان کیا ہے اس کی مثال ہمیں دائیں بائیں دیکھنے کو بہت کم ملتی ہے آپ نے اپنی نظموں میں تراکیب ، تشبیہات اور استعارات کو نہایت ہنر مندی اور کمال مہارت سے استعمال کر کے کلام کو دلچسپ اور دلکش بنانے کی عمدہ کوشش کی ہے ۔ آپ کے ہاں موضوعات میں تنوع اور اسلوب میں چاشنی کا ایک حسین تا ثرملتا ہے آپ کی نظموں میں سیاسی ، سماجی ، معاشی اور معاشرتی مسائل کے ساتھ ساتھ تہذیبی اقدار کا بھی ایک بھر پور احساس ملتا ہے ۔ افتخار عارف نے اردو شاعری میں استعارہ ، کنایہ ،اور پیکر تراشی جیسے شعری وسائل کا سہارا لے کر اپنے کلام کی دلکشی میں اضافہ کیا ہے ۔اور اپنے جزبات و احساسات کو پورے فنی آداب کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ اگرچہ آپ کی نظمیں محدود کینوس کی حامل ہیں ۔لیکن انھوں نے اس مختصر میدان میں جس کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے ۔اس کے سبب ان کا شمار اردو نظم کے چند اہم شاعروں میں ہوتا ہے ۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.4 No.3 2021

حوالہ جات

۱۔ عبد العزیز ساحر، افتخار عارف شخصیت و فن، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان ،۲۰۰۹ء ،ص:۲۱۲

۲۔ افتخار عارف ،مہر نیم روز، کراچی ،اکیڈمک پریس ایجنسیز ، ۱۴۔ اگست ۱۹۸۳ء، ص :۲۱۱

۳۔ ایضاً ص :۸۷

۴۔ افتخار عارف ، کلیات کتاب دل و د نیا ،کراچی ، مکتبہ دانیال ، ۲۰۰۹ء، ص :۴۵۹

۵۔ ایضاًص:۴۶۲

۶۔ عائزہ قریشی ، عہد ساز شاعر افتخار عارف، لاہور ، الفیصل کتب خانہ ، ص :۵۹

۷۔افتخار عارف ، کتاب دل و دنیا ، ص:۵۰۸

۸۔ ایضاً ص:۸۷۴

۹۔ گوپی چند نارنگ ، ڈاکٹر، سانحہ کربلا بطور شعری استعارہ ، لاہور ، سنگِ میل پبلی کیشنز ،۱۹۸۸ء ص :۸۹

۱۰۔ افتخار عارف ، مہر دو نیم روز ص :۱۲۴

۱۱۔ مہر دو نیم ر وز اردو شاعری میں ایک نیا باب ،مضمون ، مشمولہ ، جوازِ افتخار ص :۱۵۰

۱۲۔ افتخار عارف ، کلیات کتاب دل و دنیا ، ص:۴۹۲

۱۳۔ ایضاً ص :۲۱۲

۱۴۔ افتخار عارف ، حرف بازیافت ، دہلی ، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ،۱۹۹۶ءص :۹۹

۱۵۔ توصیف تبسم ،ڈاکٹر، حرفِ بازیافت ایک مطالعہ ،مضمون، مشمولہ جوازِ افتخار ،ص :۲۹۷

۱۶۔ افتخار عارف ، کلیات کتاب دِل و دنیا ، ص :۵۳۱

۱۸۔ایضاً ص :۲